اخبار امت

افغانستان: نئی امیدیں، نئے خطرات

عبد الغفار عزیز

زخموں سے چور افغانستان ایک بار پھر اپنی تاریخ کے اہم موڑ پر کھڑا ہے۔ چار برس سے باہم متصادم فریق اب باہم گفت و شنید کے ذریعے اپنے اختلافات طے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تصادم کے دو اہم فریقوں جمعیت اسلامی (پروفیسر برہان الدین ربانی) اور حزب اسلامی (انجینئر گلبدین حکمتیار) نے امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد کو مشترکہ دعوت دی ہے کہ آپ جہاد کے ہر مرحلے میں ہمارے ساتھ رہے ہیں۔ اب ایک بار پھر کوشش کیجیے کہ افغانستان میں جنگ کی یہ آگ بجھ جائے۔ اس وقت پہلی بار یہ محسوس ہو رہا ہے کہ متخاصم فریق باہم صلح کے لیے پورے خلوص سے آمادہ ہیں۔ کیونکہ گزشتہ لڑائیوں کے بعد سب کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ فریق مخالف کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی کوششوں کے ذریعے افغان مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بات چیت اور تقسیم اختیارات کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

۱۹۹۲ میں جب نجیب حکومت کا خاتمہ ہو رہا تھا تو سالہا سال سے نظر آنے والا یہ خطرہ سنگین سے سنگین تر ہو رہا تھا کہ روس کی حلیف حکومت کے خاتمے کے بعد مجاہد تنظیموں کے باہمی اختلافات افغانستان کو باہمی لڑائی کی آگ میں نہ جھونک دیں۔ اس صورت حال کا ادراک کرتے ہوئے دنیا بھر سے جہاد سے مخلص مسلم رہنما پشاور میں آکر جمع ہوئے کہ سوویت یونین اور سوشلزم کو قصہ پارینہ بنا دینے والے افغان مجاہدین خود اس فتح کے ثمرات سے محروم نہ ہو جائیں۔ قاضی حسین احمد اس وقت تقریباً ایک ماہ تک پشاور میں متحرک رہے اور افغان زعما اور پاکستانی ذمہ داران حکومت سے ملاقاتیں کر کے یہی سعی کرتے رہے کہ کسی نہ کسی طرح دونوں بڑی افغان تنظیموں جمعیت اسلامی اور حزب اسلامی کے ساتھ دوسری پانچوں افغان تنظیموں کو متحد کر دیا جائے۔ عین اسی وقت عالمی قوتیں اس امر کے لیے کوشاں تھیں کہ افغانستان میں اسلامی حکومت کا قیام ناممکن بنا دیا جائے اور جو بے تحاشا اسلحہ روسیوں نے پیچھے چھوڑا ہے اسے افغانوں کی باہمی جنگ میں خاکستر کرتے ہوئے مجاہدین اور ان کے

اسلحے دونوں سے جان چھڑا لی جائے۔ اس مقصد کے لیے سب سے آسان نسخہ یہ تھا کہ افغانستان کی دونوں بڑی تنظیموں میں سے کسی ایک کو مجوزہ حکومت سے باہر کر دیا جائے۔ اپریل ۹۲ میں اس سازش کے بیج یوں بوئے گئے کہ حزب اسلامی (گلبدین حکمتیار) کو کابل سے باہر رکھا جائے اور حزب اور جمعیت کے درمیان صلح و اتحاد کی کسی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ وہ دن اور آج کا دن، اب تک پوری افغان قوم، پاکستان اور امت اسلامیہ اس سازش کے کسیلے پھل کاٹ رہی ہے۔ سولہ سالہ روسی تسلط کے دوران افغانستان کے اکثر علاقے زمین بوس ہو چکے تھے۔ کابل اور دوسرے جو چند علاقے باقی بچے تھے وہ ان چار سالوں میں خاکستر ہو گئے۔ اس دوران صلح و اتحاد کی مختلف کوششیں ہوتی رہیں۔ تقریباً سب اسلامی تحریکوں نے اپنے اپنے وفود کے ذریعے مجاہدین کو ایک کرنے کی کوشش کی۔ اس دوران باہمی صلح کے لیے کئی مسودے تیار ہوئے۔ ایک ایک شق کے لیے کابل اور چہار آسیاب کے درمیان دسیوں چکر لگائے اور پھر ان مسودوں کی بنیاد پر اسلام آباد میں ایک معاہدے کا اعلان بھی ہو گیا۔ مکہ مکرمہ اور تہران میں بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کی گئی لیکن افغانستان کے اندر اور باہر موجود ان سازشی عناصر نے اس معاہدے پر عمل درآمد نہ ہونے دیا جو چاہتے تھے کہ افغانستان میں امن و امان قائم نہ ہو، اور وسطی ایشیا کے مسلمانوں کے افغانستان کے راستے پاکستان اور عالم اسلام سے منسلک ہونے سے مسلمانوں کے عروج کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو جائے۔

اس دوران اقوام متحدہ نے بھی افغانستان میں صلح کے لیے کوششیں کیں، لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کو اپنی امن پسندی کا ثبوت دیا جا سکے اور اس طرح ان عالمی سازشوں کو بھی پردہ مہیا کیا جائے جو افغانستان میں باہمی لڑائی کو مزید بھڑکانے کے لیے کی جا رہی ہیں۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ افغانستان میں جہاد کی روحانی لذت سے آشنا ہو جانے والے امت مسلمہ کے نوجوانوں کے آئندہ عزائم کے راستے مسدود کیے جائیں۔ اس آرزو میں تڑپنے والے نوجوان جو فلسطین، کشمیر، بوسنیا اور دیگر اسلامی خطوں میں اپنی جان سے گزر جانے کے لیے تیار ہیں، مغرب کو "دہشت گرد" نظر آتے ہیں۔

ان خطرات کے مداوے کے لیے ضروری تھا کہ باہمی جنگ کے خاتمہ کے لیے کوششیں کی جائیں۔ ۱۹۹۶ کے آغاز تک یہ کوششیں کامیابی کی کسی امید سے آشنا نہیں ہو سکی تھیں۔ ۹۶ کے آغاز میں انھی دو بڑی افغان قوتوں کی طرف سے صلح کی خواہش کا اظہار و اعادہ کیا گیا جنھیں ۹۲ اور اس سے قبل باہم ملانے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ قاضی حسین احمد کو دعوت دی گئی کہ آپ دوبارہ افغانستان تشریف لائیں اور پہلے جمعیت اسلامی اور حزب اسلامی کے درمیان صلح کی سعی کریں اور پھر ان دونوں کی طالبان کے ساتھ یک جائی کی کوشش کریں۔ قاضی صاحب نے پہلے اپنے مختلف وفود بھیجے۔ اور پھر اپریل ۹۶ کے وسط میں خود افغانستان آ گئے۔ پہلے جلال آباد میں انجینئر حکمتیار سے ملے،

پھر صدر ربانی کے خصوصی طیارے میں کابل آئے جہاں صدر ربانی' انجینئر احمد شاہ مسعود' شیخ سیاف' حزب وحدت کے رہنماؤں' سلفی رہنما مولوی سمیع اللہ اور دیگر تمام موجود رہنماؤں سے تفصیلی مذاکرات کیے۔

یہ پہلی بار تھا کہ سب مجاہد لیڈروں نے سابقہ روایات سے ہٹ کر رویہ اختیار کیا اور اپنے مطالبات پہ اصرار کے بجائے دوسروں کے لیے اپنے حقوق سے دستبرداری کا عندیہ دیا۔ ان مذاکرات کے نتیجہ میں جمعیت اسلامی اور حزب اسلامی کے درمیان متعدد امور پہ اتفاق رائے ہو چکا ہے۔ لیکن افغانستان کے مکمل امن و استحکام کا انحصار اب صرف ان دونوں تنظیموں کے اتحاد پر منحصر نہیں ہے بلکہ کچھ عرصہ قبل ابھرنے والی تنظیم طالبان بھی اب افغان مسئلے کا ایک اہم عنصر ہے۔ اس لیے صدر ربانی اور انجینئر حکمتیار باہم قریب آنے کے بعد اس امر پر غور و خوض کر رہے ہیں کہ طالبان کو ساتھ ملا کر اتحاد و صلح کی ایک مضبوط مثلث تشکیل دی جائے۔ قاضی صاحب کا تجزیہ یہی ہے کہ کوئی فریق بھی دوسرے فریق کو ملیامیٹ کر کے مسئلہ افغانستان کو حل نہیں کر سکتا۔ حتمی حل کے لیے تمام فریقوں کو جلد یا بدیر بات چیت اور صلح و اتحاد پر مجبور ہونا پڑے گا۔ بصورت دیگر سارے فریق ناکام رہیں گے اور کامیاب صرف اسلام دشمن قوتیں ہوں گی۔

اس صورت حال میں تحریک طالبان کے سامنے تین ممکنہ راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ صلح کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوں اور جنگ پر ہی اصرار کریں۔ اس صورت میں طالبان کو جمعیت اور حزب کی مشترکہ قوت کا سامنا کرنا پڑے گا اور عین ممکن ہے کہ ابھی تک کسی مزحمت کا سامنا نہ کرنے والے طالبان جس تیزی سے ابھرے ہیں اسی تیزی سے ختم ہوتے چلے جائیں۔ یہ خطرہ اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اس وقت طالبان کی صفوں میں انتشار میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ جن لوگوں نے اس نعرے پر ان کا ساتھ دیا تھا کہ ہم باہم متصادم جماعتوں سے افغانستان کو نجات دلا دیں گے وہ اب سوال کر رہے ہیں کہ جب متصادم فریق باہم صلح کر رہے ہیں تو ہم لڑائی کا کیا جواز رکھتے ہیں۔ یہ اضطراب بھی بڑھ رہا ہے کہ ان تنظیموں نے کسی کفر بواح کا ارتکاب تو نہیں کیا' اس صورت میں ہم صرف اپنی حکومت کے قیام کے لیے کیوں جنگ پر اصرار کریں۔ بہت سے طلبہ اپنی کامیابی ناممکن دیکھتے ہوئے اپنی نامکمل تعلیم مکمل کرنے پر اصرار کر رہے ہیں کہ ہم ایک طویل' بے فائدہ اور شرعی بنیاد نہ رکھنے والی جنگ کی خاطر اپنا مستقبل کیوں تاریک کریں۔ انتشار کی اس کیفیت میں طالبان کے لیے یہ فیصلہ دشوار ہو گا کہ وہ صلح کے بجائے جنگ پر ہی اصرار کریں۔

تحریک طالبان کے لیے دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ باہم قریب آتی ہوئی افغان تنظیموں کی صلح کی پیشکش قبول کر لیں اور افغانستان میں امن و استحکام اور مشترکہ حکومت کے قیام کے سنہری موقع کو

ضائع نہ ہونے دیں۔ طالبان کے ساتھ گہری وابستگی رکھنے والی حکومت پاکستان کی طرف سے بھی اسی راستے کو سراہنے کے اشارے دیے جا رہے ہیں۔

طالبان کے لیے تیسرا راستہ یہ ہے کہ وہ دونوں تنظیموں کی صلح کی پیشکش کو قبول نہ کریں اور دونوں کی مشترکہ قوت کا مقابلہ کرنے کے لیے جنرل دوستم سے اتحاد کرلیں۔ یہ فیصلہ طالبان اور افغان قوم کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہو گا۔ اس سے ایک تو طالبان کی اپنی قوت بکھر جائے گی اس لیے کہ اسلامی سلطنت کے نعرے پہ مجتمع ہونے والے طالبان دوستم سے اتحاد کو تنظیم کی اساس اور اصل ہدف سے روگردانی قرار دیتے ہوئے اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور دوسرے یہ کہ اس اتحاد کے وجود میں آنے کے بعد افغانستان کی تقسیم کی بنیاد مضبوط تر ہو جائے گی۔

اس اہم موڑ پر سب سے اہم کردار پاکستانی حکومت کا ہے۔ اگر وہ ایک بار پھر نواز شریف والی غلطی کا ارتکاب کرتے ہوئے افغان تنظیموں کو ملانے کی کوشش کرنے کے بجائے انھیں پھر لڑائی کی طرف دھکیل دے اور پاکستان کو ان تمام روشن امکانات سے محروم کر دے جو صرف افغانستان کے امن و امان سے وابستہ ہیں تو افغانستان اور پاکستان پھر سالہا سال کے لیے عدم استحکام کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس وقت پاکستانی حکومت کے لیے موقع ہے کہ وہ دونوں قریب آتی ہوئی افغان تنظیموں کو مزید قریب تر کر دے اور دونوں کے تعاون میں اب بھی جو بے اعتمادی اور مشکلات حائل ہیں انھیں دور کرنے کی تگ و دو کرے اور اس طرح افغانستان میں مزید اثر و نفوذ کے خواب دیکھنے والے بھارت کی راہ مسدود کر دے۔ بھارت نے گزشتہ عرصے میں پاکستان اور افغان حکومتوں کے درمیان پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو مزید بڑھانے کی پوری کوشش کی ہے اور اس صورت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے قدم مضبوط کرنے کی بھی۔ کابل میں قائم پاکستانی سفارت خانے پر حملے اور پشاور میں پھٹنے والے بم کے واقعات کی تحقیق کرنے والوں کے ہاتھ اب یہی سراغ آ رہا ہے کہ ان واقعات کے پیچھے اصل ہاتھ بھارت کا تھا اور اس نے ان واقعات کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بھرپور طور پر استعمال بھی کیا ہے تاکہ پاکستان و افغانستان جو دوران جہاد یک جان دو قالب کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، انھیں ایک دوسرے سے دور کیا جائے۔

اب یہ حکومت پاکستان کی دانش مندی کا امتحان ہے کہ وہ اپنے ازلی دشمن کی چالوں کا ادراک کرتے ہوئے افغانستان کی حکومت سے اپنے اختلافات کو انا کا مسئلہ نہ بنا کر اس سنہری موقعے سے فائدہ اٹھا کر پاکستان و افغانستان کے استحکام کی پالیسی اپناتی ہے یا حکومت پاکستان بھی تقسیم افغانستان کے اسی ناپاک منصوبے کو کامیاب کرنے کی سازش کا حصہ بنتی ہے جس کے تحت شمال میں دوستم اور مغرب و جنوب مغرب میں طالبان کو علاحدہ علاحدہ ریاستوں میں بانٹ دینے کا خواب دیکھا جا رہا ہے۔

آنے والے چند روز اس لحاظ سے بے حد اہم ہیں کہ ان میں جمعیت و حزب (ربانی، حکمتیار) کے درمیان اتحاد کی کوششوں کے نتائج بھی سامنے آنا ہیں کہ وہ اس میں حائل گراں رکاوٹوں کو دور کر پاتے ہیں یا نہیں۔ انھی دنوں میں طالبان کو دونوں تنظیموں کی صلح کی پیشکش کا جواب دینا ہے کہ وہ افغانستان کے سنہری دور کے آغاز کا باعث بنتے ہیں یا افغانستان اور خود اپنے وجود کو نئے خطرات سے دوچار کر دیتے ہیں۔ پاکستانی حکومت کی طرف سے پالیسی کے تعین کا انتظار ہے کہ وہ امن، صلح اور استحکام کے روشن امکانات کو کامیاب بنانے کی سعی کرتی ہے یا وہ بھی سابقہ حکومت کی طرح ان کوششوں میں روڑے اٹکا کر تاریخ کے صفحات میں ایک نئے سیاہ باب کا اضافہ کر دیتی ہے۔

حکومت پاکستان کے پاس اپنی پالیسی طے کرنے کے لیے بہت تھوڑا وقت بچا ہے کیونکہ حالات تیزی سے بدل رہے ہیں اور عالمی قوتوں کی کوشش ہے کہ افغانستان میں امن کی جانب بڑھتے قدم پھر سے پلٹ جائیں اور طالبان کو دو قریب آتے بھائیوں کے اتحاد سے خوفزدہ کر کے ایک نئی جنگ مسلط کر دی جائے۔

جوہر داؤد کے بعد

مسلم سجاد

گروزنی شہر سے ۳۵ کلو میٹر جنوب مشرق میں قصبہ Gekhichu میں ۲۱ اور ۲۲ اپریل کی درمیانی شب امت مسلمہ کے اس دور کے رجل عظیم صدر جوہر داؤد کی شہادت، احیاے اسلام کے ''خطرے'' سے نبٹنے کے لیے روس اور امریکہ کی متحدہ کوششوں اور سازشوں کا علامتی اظہار تھی۔ باوثوق ذرائع کی اطلاع کے مطابق چیچن جدوجہد آزادی کے اس عظیم رہنما کو منظر سے ہٹانے کا فیصلہ صدر کلنٹن اور صدر یلسن کی گذشتہ ون ٹو ون ملاقات میں ہوا۔ دسمبر ۹۴ میں صرف دو ہفتوں میں مسئلہ حل کر دینے کے دعووں کے ساتھ روسی فوج کا چیچنیا پر حملہ بھی اس سے قبل بوڈاپسٹ کانفرنس میں امریکہ اور برطانیہ سے آشیرباد حاصل کر کے کیا گیا تھا جب کہ روسی پارلیمنٹ ڈوما اور فوجی قیادت کا موثر حصہ قفقاز کے ماضی کی تابناک روایات جہاد کی بنیاد پر اس مہم جوئی کے خلاف تھا۔

روس اور امریکہ کی عظیم طاقتوں کو دس بارہ لاکھ آبادی کی اس ننھی منی ریاست سے ایسا کون سا خطرہ درپیش ہے کہ اسے مطیع فرمان بنانے کے لیے ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ۴ لاکھ فوج میدان میں اتار دی گئی ہے جس نے شہری آبادیوں پر رونگٹے کھڑے کر دینے والے مظالم کیے ہیں۔ دراصل مغرب کے حکمراں، ہمارے حکمرانوں کی طرح کوتاہ نظر اور اپنی قوم اور تہذیب کے مفادات سے بے نیاز نہیں ہیں۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اس دنیا کو اپنی تہذیب کے لیے مسخر کرنے میں جو سب سے

بڑی رکاوٹ ان کو نظر آ رہی ہے، اسے دور کرنے میں وہ سب ایک ہیں۔ کشمیر بے چارہ تو کسی گنتی میں نہیں کہ خود حکومت پاکستان امداد سے انکار میں پیش پیش ہے۔ فلسطین کا مسئلہ بھی یاسر عرفات نے ''حل'' کر دیا ہے اور عرب ممالک اسرائیل سے دوستیاں بڑھا رہے ہیں۔ بوسنیا میں بھی خوب اچھی طرح سبق سکھا کر سمجھوتہ کرا دیا گیا ہے لیکن یہ چیچنیا یہاں کے سرفروشوں نے تو روسی فوج کا ناطقہ بند کر دیا ہے، حوصلے پست کر دیے ہیں اور عزت خاک میں ملا دی ہے۔ یلسن کی ۱۶ جون کے صدارتی انتخاب میں کامیابی مشکوک ہوئی جا رہی ہے۔ اگر چیچن کامیاب رہتے ہیں تو پورے قفقاز میں آزادی کی لہروں پر قابو پانا ممکن نہ رہے گا۔ افغانستان میں روس کی شکست کے بعد، وہاں احیائے اسلام کا مرکز بن جانے کے امکانات کو ایجنٹوں کے ذریعے آپس کی لڑائیاں کروا کے دور کیا گیا ہے، کہیں چیچنیا سے یہ رو شروع ہو کر طاقت نہ پکڑ لے۔

یہ وجہ ہے کہ امریکہ یلسن کو ہر طرح کی امداد دے رہا ہے۔ چیچنیا پر حملے کے چند دن بعد ہی آئی ایم ایف نے روس کو ۲ء۶ بلین ڈالر کی ریکارڈ امداد مہیا کی جو تمام کی تمام چیچنیا پر فوج کشی میں خرچ ہوئی۔ روسی، صدر جوہر داؤدکی جان لینے کی کئی ناکام کوششیں کر چکے تھے۔ بالآخر امریکہ کی تکنیکی امداد سے وہ اس میں اس وقت کامیاب ہوئے جب وہ مراکش کے شاہ حسن کے ایک معاون سے فون پر بات کر رہے تھے جسے روسی حکومت نے صلح کی بات چیت کے لیے نامزد کیا تھا۔ اس واقعہ میں نئے وزیر خارجہ ۳۵ سالہ عماد الدین قربانوف بھی شہید ہوگئے۔ روسیوں کا خیال تھا کہ اس طرح انتشار پیدا ہو جائے گا اور روس کوئی حل تھوپ سکے گا۔ نئے صدر زیلم خان کی آپس کی لڑائی میں شہادت کی خبر بھی اڑائی گئی۔ ان کے دو ساتھی چیف آف آرمی سٹاف اسلان مشکوادوف اور شامل بسایوف ہیں۔ مغربی ذرائع اپنی اس خواہش کو چھپا نہیں پا رہے ہیں کہ ان میں صدارت کے لیے لڑائی ہو (شامل خود قیادت سنبھالنے کے لیے بے چین ہے۔ اکنامسٹ ۴ مئی) لیکن صورت حال یہ ہے کہ زیلم خان بھی زندہ ہیں، صفوں میں مکمل اتحاد ہے، مجاہدین زیادہ فعال ہوگئے ہیں، روسی فوج کو مسلسل نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ زیلم خان نے اعلان کیا ہے کہ ہم اپنے صدر کی شہادت کا انتقام روسی عوام سے نہیں لیں گے۔

چیچنیا کا جہاد نہایت دور رس اثرات کا حامل ہے۔ امریکی اور یورپی ذرائع ابلاغ کھلے عام اعتراف کرتے ہیں کہ روس کو چیچنیا میں فوجی شکست ہو چکی ہے۔ صرف سازشوں کے ذریعے اپنے کو الجھا رکھا ہے۔ ایک سیاسی شکست کے بعد، چیچنیا روس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

یہ سیاسی شکست شاید دور نہیں ہے۔ یلسن کے سیکورٹی چیف کورزانوف (نیوز ویک کے مطابق اس کے ''راسپوتین'') نے انتخابات ملتوی کرنے کی آواز بلند کر دی ہے۔ ہم پاکستانی اس طرح کے

التواکی وجوہات کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ خانہ جنگی ہو جائے گی۔ امیدواروں میں سے کمیونسٹ امیدوار زیاگونوف کی کامیابی کے امکانات ہیں۔ کلنٹن پر تنقید ہو رہی ہے کہ سب داؤ یلسن پر لگانے سے، روس امریکہ کے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ یلسن کی شکست کی صورت میں عالمی منظر پر فیصلہ کن اثرات ہوں گے۔ یلسن چیچنیا کا مسئلہ حل کرنے کے لیے بے چین ہے تاکہ اس کی کامیابی یقینی ہو جائے۔

لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ کے چند دردمند عناصر کے علاوہ، عوامی اور حکومتی سطح پر کسی کو صورت حال کی سنگینی کا احساس نہیں ہے۔ مغرب کو اپنے مفادات کی فکر ہے لیکن مسلمان خصوصاً ان کے حکمران ملی مفادات سے بے نیاز ہیں بلکہ مغرب کے مفادات کو پورا کرنے میں پیش پیش ہیں۔ چیچنیا کے جہاد اور جوہر داؤد رحمہ اللہ کی شہادت کا اصل پیغام یہ ہے کہ امت مسلمہ میں بیداری کی عام لہر پیدا کی جائے۔ یہ امت ایسی جسد واحد ہو جائے کہ ایک عضو کی تکلیف پر پورا جسم تڑپے۔ تب ہی کسی کو مسلمانوں پر ہاتھ اٹھانے کی جرات نہ ہوگی۔ یہ بیداری اور اس کے نتیجے میں قیادت کی تبدیلی ہی امت کا اصل دفاع ہے۔ امام شامل کا ربع صدی تک جاری رہنے والا جہاد بھی اس لیے فتح مند نہ ہوا کہ مسلمان قوموں کے اسلحہ خانوں پر تالے لگے رہے اور ان کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔

محاسبہ نفس
۶۰/- سیکڑہ

جہاد کی پکار
۵۰/- سیکڑہ

دہشت گرد کون
۱۰۰/- سیکڑہ

دنیا بھر کی خواتین کے نام
۵۰/- سیکڑہ

کلام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں
۵۰۰/- سیکڑہ

ترجمان کے یہ اور دیگر 30 اہم مقالات کے ری پرنٹس ارزاں نرخوں پر تقسیم عام کے لیے حاصل کیجیے

منشورات

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور 54570، فیکس: 042-7832194